© rasailojaraid.com

كلمة المدير

صدر کا مجلس شوریٰ سے خطاب!

ایک سال کی مسلسل کوشش کے بعد آخر صدر مملکت مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) سے خطاب کرنے میں کامیاب ہوگئے ہیں۔ خطاب کے دوران حزب اختلاف نے شدید نعرہ بازی کی اور اپنا احتجاج ریکارڈ کرایا۔

صدر کے خطاب پر اب کھلے عام بحث ہوگی۔ مثبت اور منفی ردعمل سامنے آئے گا، چونکہ صدر کئی موضوعات کو زیر بحث لائے ہیں لیکن ان کے خطاب کی ایک اہم بات ہماری گفتگو کا موضوع ہے۔ صدر نے خطاب کرتے ہوئے کہا ''معاشرے میں انتہا پسندی کی لعنت جو چند گنے چنے افراد کر رہے ہیں ہمارے ملک کو کھوکھلا کر رہی ہے یہ دو صورتوں میں موجود ہے۔ ایک تو مغربی ذہنیت کے لوگ جو ملک میں دینی نظام کو ختم کرنا چاہتے ہیں دوسرے انتہا پسند وہ ہیں جو اسلام کی غلط ترجمانی کر کے اپنے تنگ نظر خیالات کو سب پر مسلط کرنا چاہتے ہیں''۔

صدر نے اپنے خطاب میں یہ کھلا اعتراف کیا ہے کہ انتہا پسندی کے دو طبقے ملک میں موجود ہیں۔ ایک مذہب بیزار جبکہ دوسرا مذہبی شدت پسند اور ان دونوں کی وجہ سے ملک کھوکھلا ہو رہا ہے۔ اور دونوں ہی قابل مذمت ہیں لیکن مقام تعجب ہے کہ آج تک ان میں سے صرف ایک طبقے کو مطعون کیا جاتا رہا ہے۔ صرف ان پر الزامات لگائے جاتے ہیں مذمت کی جاتی ہے اور ان کے حامیان کی پکڑ دھکڑ ہوتی ہے جبکہ دوسرا طبقہ بھی اتنا ہی مجرم ہے۔ جتنا کہ پہلا، لیکن مذہب سے بیزار مغربی ذہنیت کے حاملین یہ انتہا پسند حکومت کی چھتری تلے نہایت عافیت کے ساتھ تخریب کاری میں مصروف ہیں۔ انہیں تمام تر تحفظات حاصل ہیں اور وطن عزیز میں لادینیت کے فروغ، حقوق نسواں کے نام پر مادر پدر آزادی مخلوط طرز زندگی، دینی اقدار کا استہزاء، شعار اسلام کی توہین کر کے انتہا پسندی کا بھرپور مظاہرہ کرتے ہیں لیکن نہ تو ان کی مذمت ہوتی ہے نہ انہیں معطون کیا جاتا ہے اور نہ ہی ان کے حامیان کو گرفتار کیا جاتا ہے۔ ان کے اس طرز عمل سے مذہب پسند لوگوں کے جذبات مجروح ہوتے ہیں اور لامحالہ اسکا ردعمل سامنے آتا ہے۔ اس کی تازہ مثال اسلام آباد میں ہونے والے وہ مظاہرے ہیں جس میں مغربی تہذیب کی دلدادہ خواتین نام نہاد این جی اوز کے سربراہ جن میں حنا جیلانی، اور عاصمہ جہانگیر پیش پیش ہیں نے حصہ لیا۔ اس موقع پر کھلے عام حدود آرڈیننس پر تنقید کی اور نازیبا زبان استعمال کی۔ اسلامی حدود کو غیر منصفانہ اور ظالمانہ قرار دیا۔ حکومت کی ناک تلے پارلیمنٹ ہاؤس کے سامنے اور وزیر اعظم کی موجودگی میں بے ہودہ نعرہ بازی ہوئی اس انتہا پسندی کا کسی نے نوٹس نہیں لیا اور نہ ہی ان کی پکڑ دھکڑ ہوئی، حالانکہ اس میں شریک بعض ممبران پارلیمنٹ بھی ہیں۔

ہم پورے وثوق کے ساتھ یہ عرض کریں گے کہ اگر حکومت ملک سے انتہا پسندی کو ختم کرنے کا عزم رکھتی ہے تو اسلام سے بیزار عناصر اور مغربی ذہنیت کے حاملین این جی اوز کو نکیل ڈالے ان کی سرگرمیوں کو ختم کرے، ان پر بھی اسی طرح پابندی لگائے جس طرح بعض انتہا پسند تنظیموں پر پابندی عائد کی گئی اور ان کے بینک اکاؤنٹ منجمد کرے جس طرح دوسری تنظیموں کے کیئے گئے۔ خلاف اسلام کسی اقدام کو بھی قانونا جرم قرار دے۔ تو مذہبی انتہا پسندی خود بخود دم توڑ جائے گی۔ جب اسے کوئی بہانہ اور عذر نہ ملے گا تو ان کی سرگرمیاں ختم ہوجائیں گی۔

چونکہ ان دو انتہاؤں میں سے ایک پر پابندی اور دوسری کو کھلی آزادی حاصل ہے وہ ثقافت کے نام پر فحاشی وعریانی کا مظاہرہ کرے، برائی کو فروغ دے، اسلام کی تضحیک کرے مادر پدر آزادی کو روشن خیالی قرار دے، تو ایسی صورت میں منفی رد عمل کا ہونا ایک فطری عمل ہے۔

اسی لئے اگر صدر مملکت نے اپنے خطاب میں مغربی ذہنیت کے حاملین کا تذکرہ اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہوئے کیا ہے کہ یہ بھی ایک انتہا ہے تو پھر اس کا تدارک کرنے اور ان کا راستہ روکنے کیلئے ان کے خلاف بھی جہاد کرنے کا اعلان کریں اور دوٹوک الفاظ میں ان کی مذمت کریں اور ان کے خلاف سخت ایکشن لیں اور پاکستان میں دینی نظام کے خلاف اٹھنے والی ہر آواز کو دبا دیں (کیونکہ بقول صدر یہ بھی انتہا پسندی ہے) اور برملا اسلام کی بالادستی اور نفاذ اسلام کا اعلان کریں ایسی صورت میں ہم سمجھیں گے کہ صدر واقعی قول کے پکے ہیں جو کہا کر گزرے لیکن اگر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

عملی طور پر کچھ نہ ہوا اور اسلام بیزار قوتیں اسی طرح دندناتی رہیں تو ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہونگے کہ صدر کا خطاب محض دھوکہ اور فریب ہے اور منافقانہ چال ہے۔ اس لئے ملک سے انتہا پسندی کے خاتمے کیلئے انصاف سے کام لینا ضروری ہے قول وعمل میں یکسانیت سے یہ کام بہت آسان ہو جائے گا۔

عید قربان اور اس کے تقاضے

ہمارے پیارے پیغمبر ﷺ نے مسلمانوں کیلئے دو تہواروں کا تعین کیا ان میں سے ایک عید الفطر ہے جو رمضان المبارک کے بعد آتی ہے جبکہ دوسری عید الاضحیٰ ہے جو کہ ذوالحجہ کی دسویں تاریخ کو منائی جاتی ہے۔ اسلام نے ان خوشی کے مواقع پر بھی اللہ تعالیٰ کی بندگی کا سبق دیا ہے جہاں عام دنوں میں ہم پانچ نمازیں ادا کرتے ہیں وہاں عید کے دن ایک نماز کا مزید اضافہ ہوتا ہے تا کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا جا سکے۔ عید الفطر میں فطرانہ ادا کر کے ہم مسلمانوں کے تمام فقراء کو بھی اپنی خوشی میں شامل کرتے ہیں۔ اور انہیں بھی خوشی کے اظہار کا موقعہ میسر آ جاتا ہے۔

اسی طرح عید الاضحیٰ کے موقعہ پر مختلف جانور اللہ کے راستے میں ذبح کئے جاتے ہیں اور ان کی قربانی پیش کی جاتی ہے جہاں یہ قربانی اس بات کا اظہار ہوتی ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کیلئے اپنی قیمتی سے قیمتی چیز بھی قربان کر سکتا ہوں وہاں قربانیوں کا گوشت غرباء اور مساکین میں تقسیم بھی کیا جاتا ہے تا کہ وہ بھی خوشیوں میں شریک ہو سکیں۔

عید قربان ہمارے لئے محض گوشت خوری کا موقعہ فراہم نہیں کرتی بلکہ یہ ہمیں ایک درس اور سبق یاد دلاتی ہے کہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کے حضور قربانی پیش کرنے کیلئے تیار رہیں۔ یہ قربانی مال، جان، عزت، آبرو کی ہو سکتی ہے۔ یہ قربانی خواہشات اور آرزوؤں کی ہو سکتی ہے۔ یہ قربانی وطن، جاگیر، اولاد کی ہو سکتی ہے۔ یہ قربانی انا، ذات، قومیت کی ہو سکتی ہے۔ یہ قربانی عہدے اور منصب کی ہو سکتی ہے، یہی وہ جذبہ ہے جو عید قربان ہم میں پیدا کرنا چاہتا ہے۔

ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین ۔ لا شریک لہ وبذالک امرت وانا اول المسلمین ۔ قربانی بظاہر ایک دنبے بکرے یا گائے یا اونٹ کی دی جاتی ہے زمین پر خون بہہ جاتا ہے اور گوشت تقسیم کر دیا جاتا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ان ظاہری چیزوں کی کوئی اہمیت نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ تو اس نیت کی قیمت لگاتے ہیں اور یہ دیکھتے ہیں یہ کس جذبے کے تحت ذبح کیا گیا۔ لن ینال اللہ لحومھا ولا دماء ھا ولکن ینالہ التقوی منکم ۔ جتنی نیت پاکیزہ اور خالص اللہ تعالیٰ کیلئے ہوگی اتنی ہی قربانی بڑی ہوگی اور اس کے اثرات بھی اتنے ہی مفید ہونگے۔

اس لئے بحیثیت مسلمان ہم سب کو عید قربان پر اس امر کا اہتمام کرنا چاہئے کہ ہم سب اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر جانور ذبح کریں اور اس کے ساتھ ہر قسم کی قربانی دینے کا بھی عہد کریں۔

شیخ الحدیث مولانا قدرت اللہ فوق کا سانحہ ارتحال

تمام دینی اور جماعتی حلقوں میں یہ خبر نہایت دکھ اور افسوس کے ساتھ سنی گئی کہ ممتاز عالم دین شیخ الحدیث حضرت مولانا ابو ذوق قدرت اللہ فوق رحمہ اللہ مختصر علالت کے بعد 14 جنوری 2004 کی صبح الائیڈ ہسپتال میں وفات پا گئے انا للہ وانا الیہ راجعون

آپ جامعہ سلفیہ کے اولین فضلاء میں سے تھے اور آپ کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ آپ نے سند فراغت بطل حریت قائد اہلحدیث حضرت مولانا سید محمد داؤد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے دست مبارک سے وصول کی تھی۔ فراغت کے بعد آپ درس و تدریس سے وابستہ ہو گئے اور تادم مرگ یہ خدمت سرانجام دیتے رہے آپ گیارہ سال (1974 سے 1985) تک جامعہ سلفیہ میں نائب شیخ الحدیث کے منصب پر فائز رہے۔ آپ کا شمار قابل ترین اساتذہ میں ہوتا تھا آپ بہترین خطیب اور واعظ تھے آپ زاہد اور عابد تھے کثرت سے ذکر واذکار کرتے تھے کامیاب روحانی معالج تھے لاتعداد لوگوں کو آپ سے فیض ملا۔ آپ کا حلقہ احباب بہت وسیع تھا۔ جہاں آپ کے شاگردوں کی تعداد سینکڑوں میں ہے وہاں بے شمار بنات المسلمین کو زیور تعلیم سے آراستہ کیا۔ آپ نے نہایت سادہ مگر باوقار زندگی گزاری، خوددار تھے خوش اخلاق، ملنسار، اور مہمان نواز تھے۔ مجلسی گفتگو کے ماہر تھے آپ صلح جو تھے اور نیکی کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔ آپ کی رحلت سے ناقابل تلافی نقصان ہوا ہے۔ اور ہم سب ایک مشفق استاذ مربی اور محسن سے محروم ہوئے ہیں۔

14 جنوری منگل کی شام چار بجے آپ کا جنازہ چک نمبر 4 رام دیوالی میں ادا کیا گیا، جامعہ سلفیہ کے شیخ الحدیث مولانا حافظ مسعود عالم نے امامت کے فرائض سرانجام دیئے۔ ہزاروں لوگ آپ کے جنازہ میں شریک ہوئے۔ جن میں زیادہ تعداد علماء و مشائخ اور طلبہ کی تھی، جامعہ سلفیہ کے تمام اساتذہ، انتظامیہ اور طلبہ نے شرکت کی۔ آپ نے اپنے لواحقین کے علاوہ سینکڑوں تلامذہ کو سوگوار چھوڑا۔

ادارہ جامعہ آپ کی رحلت پر لواحقین کے غم میں برابر کا شریک ہے۔ اور آپ کی دینی تعلیمی تبلیغی وملی خدمات کو زبردست خراج تحسین پیش کرتا ہے اور بلندی درجات کیلئے دعا گو ہے۔ اللھم اغفر لہ وارحمہ

© rasailojaraid.com